© rasailojaraid.com

ہے پیشِ نظر اس کے روئے نگار — وہ خوش ہے بفیضِ تجلیٔ یار
وہ ذرہ میں ہے دیکھتا آفتاب — نظر اس کو آتا ہے حق بے نقاب
جہاں اس کے اندر کبھی ہے نہاں — کبھی وہ جہاں پر ہے جلوہ فشاں
جو کرتا ہے خود آپ کو محوِ ذات — سمجھتا ہے عالم کو عینِ صفات
وہ گردابِ اعمال سے بچ گیا — ہے خلوتگہِ قدس میں اس کی جا
ذرا دیکھ میرے گل و برگ و بار — نظر آئے گا تجھکو پروردگار
محیطِ جہاں ہے جو یہ موجزن — ہیں کون و مکاں اس میں جلوہ فگن
کہا پھر یہ ارجن نے اے محترم — یہ اعمالِ جوگ اور یہ حبسِ دم
یہ تفصیل بتلایئے گا یہ مجھے — نہیں دل مرا چین دیتا مجھے
مجھے اپنے دل پر نہیں دسترس — ہوں مجبور اس سے بہر یک نفس
پریشانیٔ دل سے حیراں ہوں میں — بہت اپنے اوپر پشیماں ہوں میں
یہ دل ہے مرا یا کہ بادِ رواں — نہیں میرے قابو میں اے مہرباں
کہا کشن یہ دل مثلِ سیماب ہے — تو کیوں شدتِ غم سے بیتاب ہے
بتدریج کر اس کو قابو میں تو — نہ یکبارگی کیونکہ ہے شعلہ خو
پیا کر بآہستہ خونِ جگر — کہ تا رام ہو جائے یہ فتنہ گر
بتائی ہے میں نے جو راہِ سلیم — تو چل اس پہ با ہمتِ مستقیم
ہوا و ہوس کے طلسموں کو توڑ — تماشائے ہستی سے لے منہ کو موڑ
یہ ہے نفسِ امارہ خصمِ قوی — شکست اس کو دے کر بنا زندگی
کہا پھر کہ اے غمگسارِ جہاں — دے اس مردِ کامل کا مجھ کو نشاں
کیا اپنے قابو میں ہو جس نے دل — زبوں نفس کو کر کے اور مضمحل
اور اک وہ کہ جس نے تمنا کا دام — دیا توڑ بہرِ خدائے انام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اک وہ کہ یا جوگ ہے متصل — بہر لحظہ ہستی میں ہے غم گُسل
پس از مرگ یہ سب کہاں جائیں گے — کہاں رہ کے وصلِ خدا پائیں گے
کہا سُن کے یہ جو بھی محوِ رضا — پس از مرگ جنت ہی میں جائیگا
جو کامل کہ ہے عارفِ ناتمام — بتدریج پاتا ہے اعلیٰ مقام
وہ تا وقتِ موعود رہ کر یہاں — چلا جاتا ہے تا بدارالاماں
وہ ہو شاہزادہ کہ اک مردِ عام — عمل سے رہا کرتا ہے شادکام
پہنچتا ہے یوں تا حدِ کمال — کہ ہوتا ہے آزاد ہر یک زوال
بنا اپنے دل کو تو جوگ[علہ] آشنا — کہ تا مجھ سے مل کر ہو عینِ بقا
مرے وصل سے جو ہوا کامراں — ملی اس کو سرداریٔ دوجہاں

غزل

از

(شمس نوبیلہ)

ترا خیالِ لطیف لے کر فراق میں آنکھ لاکھ جھپکے — سکوں نہ ہوگا کہ زندگی ہے وہ "اشک" جو خشک ہو نہ ٹپکے!
کسے بتائیں دماغ و دل پر پڑا تھا کس آرزو کا سایہ — مہِ منوّر نظر جب آیا حسیں فضاؤں میں ابر چھٹکے
کبھی خرد نے شکست کھائی کہیں محبت نے ہار مانی — کہیں حقیقت سے کی بغاوت کہیں گرانمایہ خواب چٹکے
تری محبت کی خیر چاروں طرف بھیانک خلا سا پایا — نگاہ کی اپنی زندگی پر اگر مقامِ جنوں سے ہٹکے

لطیف ہے فطرتِ محبت، عذاب ہے قسمتِ محبت
یہ سلسلہ حسنِ آرزو کا یہ واقعاتِ الم کے جھٹکے

علہ یعنی متوصل بہ حق ہوجا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شئون علمیہ

موت سے رہائی کیا مرنا ضروری ہے؟ ہم سب یقین کرتے ہیں کہ موت ناگزیر ہے۔ لیکن دیکھئے کہ ماہرین حیاتیات کیا کہتے ہیں۔

ان کے نزدیک ہمارے اندر خود ہماری فنا کے تخم موجود ہیں اور طبعی موت لازمی نتیجہ ہے ہمارے طرز بود کا۔

پیدا ہوتے ہی بلکہ جنین کی حالت ہی میں مہلک کیمیادی تغیرات ہمارے بدن کے اندر کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے موت کا سبب غالباً یہی ہے کہ فضلات کی سمیت پھیل جاتی ہے۔ بایںہمہ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ حیات لازماً مسلسل ہے۔

ٹھہرے پانی میں ایک حیوان پایا جاتا ہے جس کو پیرامیسیئم کہتے ہیں۔ اس کے جسم میں صرف ایک خلیہ (سیل) ہوتا ہے۔ وہ اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ سوائے خوردبین کے نظر نہیں آتا۔ اس میں ندرت یہی ہے کہ وہ فنا نہیں ہوتا۔ وہ اپنی زندگی اس طرح قایم رکھتا ہے کہ اپنے کو دو نئے خلیوں میں تقسیم کر لیتا ہے۔ چنانچہ ایک ماہر حیاتیات نے اس حیوان کو مطالعہ خاص کا موضوع بنایا تو معلوم ہوا کہ خود تقسیمی کی بدولت یہ حیوان ۱۳½ برس میں ۹ ہزار نسلیں تیار کر دیتا ہے۔ انسانی زندگی کے اعتبار سے یہ مدت کوئی ۲½ لاکھ برس کی ہوئی۔

تو کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ منفرد خلیہ غیر فانی ہے؟ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن ہم ابھی نہیں جانتے۔

چند برس ادھر تحقیقی کام کرنے والوں نے ایک بافت (ٹشو) کو پھینک دیا جو پہلی جنگ عالمگیر کے قبل سے زندہ تھی اور اس میں نمو تھا۔ ۱۹۱۲ء میں ڈاکٹر الکسی کیرول نے راک فیلر

© rasailojaraid.com